وفیات

(۱)

الٰہی! عاقبت محمود گرداں!

برادرِ رفیق و بزرگ میاں طفیل محمد صاحب کی اہلیہ مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ ۴ر نومبر ۱۹۹۰ء کو وضو کر کے نمازِ مغرب ادا کرنے کو کھڑی ہوئیں تو پہلی رکعت مکمل کر لی لیکن دوسری رکعت میں کھڑے ہونے کے بعد گر پڑیں اور یہ ایک ایسا سجدہ تھا کہ جس نے بھاوج مرحومہ کو خدا تعالیٰ کے آستانۂ آخرت پہ پہنچا دیا۔ خدا ان کے لیے آخرت کی منزلیں سنوار دے۔

اس تذکرۂ غم کے ساتھ میں یہ بھی بیان کرنا چاہتا ہوں کہ محترم میاں صاحب اور میں نے پٹھانکوٹ سے مرکز سے وابستگی کا دور شروع کیا اور پاکستان میں آکر بھی ہم دونوں مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے ساتھ اور قریب رہے، یہاں تک کہ ان کا جنازہ پڑھنے کا لمحہ سخت سروں سے گذرا۔

اس دوران میں ایک زمانہ وہ تھا کہ جب ۱۲- شاہ جمال اچھرہ کی ایک بڑی کوٹھی کرایہ پر لے کر اس کے چھوٹے چھوٹے تین حصے کر کے درمیانی حصے میں میاں صاحب، مشرقی حصے میں راقم الحروف اور مغربی حصے میں برادرم عبدالوحید خاں نے یک جائی رہائش اختیار کی۔ اور اب پھر چند سال سے ہی اور میاں صاحب اور ہم دونوں کے اہلِ خانہ اکٹھے وقت گذار رہے ہیں۔ اس تذکرے سے میرا مقصود یہ عرض کرنا ہے کہ میاں طفیل محمد تو مسلسل سامنے رہے، مگر ان کے گھر کا ایک دیوار بیچ کے پڑوس میں ہونا اور دونوں طرف (بلکہ تینوں) کے اہل و عیال کا میل جول اتنا قریبی اور زیادہ رہا کہ ہم ایک دوسرے

کی گھریلو زندگیوں کی مہک سے واقف تھے۔ اس دوستی کے ساتھ میں یہ شہادت دیتا ہوں کہ میاں صاحب کی طرح ان کی مرحومہ بیگم صاحبہ نیکی اور بھلائی کا سرچشمہ تھیں اور تحریکِ حق سے ان کی قلبی وابستگی تھی، نیز اپنے پڑوسیوں کے لیے ان کا رویّہ کریمانہ تھا۔ میاں صاحب اور ان کی بیگم مرحومہ کے کرداروں کی روشنی کا یہ فیض جب سے اب تک دیکھا کہ اُن کے بیٹے اور بیٹیاں دین کے خادم، خوش خلق اور بلند کردار ہیں۔ تربیتِ اولاد میں یقیناً میاں صاحب کا بڑا حصّہ ہوگا، مگر ان کے اوقات کا زیادہ حصّہ چونکہ دفتر، میٹنگز، سفر، مطالعہ اور تفویض شدہ تحریری کاموں میں گذرتا تھا، اس لیے بچوں کے لیے گھر کے ادارے کو اسلامی معیار کی کردار سازی کے قابل بنانے کا زیادہ کریڈٹ ہماری مرحومہ بہن جناب محمودہ بیگم کو جاتا ہے۔ اسلامی معیار کے لحاظ سے امومیت کا یہ اعلیٰ نمونہ ہے۔ اور اب یہ اولاد ان کے لیے بھی بہت بڑا صدقۂ جاریہ ہے اور میاں صاحب کے لیے بھی۔ یہ اولاد عبادت، نیکی، خوش اخلاقی اور تعمیلِ احکامِ شریعت پر جس قدر بھی کاربند ہوگی، اُس کا ثواب خود اُن کو بھی ملے گا اور اسے تربیت دینے والوں کو بھی۔ ان بچوں نے ہمارے بچوں کے ساتھ جس طرح کا سادہ اور غریبانہ بچپن گذارا ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہے۔

اِس غم انگیز واقعۂ درد و اَلم میں مرحومہ کے اہلِ خانہ و خاندان کے علاوہ ہزارہا وابستگانِ تحریک بھی حصّہ دار ہیں۔ خود مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے اِس واقعہ کا براہ راست مجھ سے تعلق ہو۔

یہ بات بھی مثالی تھی کہ مرحومہ محمودہ بیگم کے رُوح کے الوداع کہہ جانے پر ماتم و شیون کا کوئی شور نہیں اُٹھا بلکہ گھر والوں نے صبر کا نمونہ قائم کرکے

دوسرے تمام متعلقین اور شرکائے جنازہ و تعزیت کو صبر پر قائم کر دیا ۔ خدا صبر کو پسند کرتا ہے اور اس کی جزا دیتا ہے اور صبر پر کاربند رہ کر جو لوگ اپنے جُدا ہونے والے اقربا کے لیے دُعائے مغفرت کرتے ہیں، اُن کی دُعا زیادہ قبول ہوتی ہے ۔

آخر میں میری طرف سے، ادارۂ ترجمان القرآن کی طرف سے، رسالہ کے قارئین کی طرف سے اور رفقائے منصورہ و بیرون جات کی طرف سے مرحومہ کے لیے دُعا ہے کہ خدا ان کو اپنی جنتِ رحمت میں جگہ دے ۔ آمین !

(۲)

ابواللیث بے لوث (مرحوم)

انسانی زندگی کا یہ کمال ہے کہ وہ موت کی کھنچی ہوئی تلوار کے نیچے ساری عمر گزارتے ہوئے رفعتوں میں بھی کمال حاصل کرتا ہے اور پستیوں میں بھی ۔

مولانا ابواللیث اصلاحی نے بہت سی رفعتوں کی چوٹیوں کو سر کیا، مگر آخر وہ لمحہ آ پہنچا جب موت کی تلوار نے سانس کی ڈوری کو کاٹ دیا ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

جو دولت ہم سے چھنی ہے وہ گراں بہا تھی ۔ عالمِ اسلامی کی سربرآوردہ شخصیت، جید عالمِ دین، ہندوستانی معاشرے کی پیچیدگیوں کے رمز شناس اور جماعتِ اسلامی ہند کی فکری اور عملی دوگونہ مشکلات کے رازداں، ۸۰ سال کی عمر میں دار الامتحان سے دار الجزاء میں جا پہنچے ۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ کرم، مغفرت، رضا اور خوشنودی کے پھول اُن کی رُوح پر برساتے ہوئے اُسے اس مبارک منزل کی طرف لے چلے جو خاص ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کے لیے ۔

یکم دسمبر کو اپنے وطن چاندپٹی میں دل کا دورہ پڑا، رات بارہ بجے

اعظم گڑھ ہسپتال میں لے جائے گئے، ۲ر دسمبر کی شام کو پھر دورہ، پھر ڈاکٹر عرفان صاحب نے انہیں اپنے نرسنگ ہوم میں منتقل کر لیا۔ دہلی کے مرکز جماعت کو اطلاع ۳ر دسمبر کو ملی۔ مرکز سے دو اصحاب روانہ ہو گئے۔ ۳ اور ۴ کو دواؤں اور دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا، ۵ر دسمبر کو بوقت صبح (دس بجے) انتقال ہو گیا۔ یہاں منصورہ میں اطلاع پہنچی تو ساری فضا پر حزن و ملال چھا گیا۔ یہاں سے ہمارے ایک محترم رفیق نے بھارت جانے کے لیے ویزا لینے کی کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر FEX کے ذریعے لکھے ہوئے تاثرات بھیجے گئے اور بے بسی کے عالم میں دعائیں جاری رہیں۔

مولانا ابو اللیث جن کا اصل نام شیر محمد تھا، تقسیم ملک کے بعد بھارت کی جماعت اسلامی کے اوّل روز سے امیر مقرر ہوئے۔ اور مسلسل ۲۴ سال اس منصب پر فائز رہ کر مولانا مودودیؒ کے خالی کردہ مقام سے ارکان اور کارکنوں کی بحثوں اور اُلجھنوں کا مقابلہ بھی کیا اور پھر بھارت میں دعوتی اور سیاسی کام کے لیے وہاں کے حالات کے مطابق کچھ خطوط مجلس شوریٰ کی مدد سے معین کیے۔ حکومت کی ترچھی نگاہوں کے ساتھ متعصب ہندوؤں کے مسلم کُش فسادات کے طوفانوں کے درمیان، اپنے رفقاء کے ایمان و کردار کو مضبوطی سے بچائے رکھنا، بلکہ اُلٹا مخالف قوتوں پر اپنے اخلاقی اصولوں اور معتدل مسلک کے ذریعے اثر انداز ہونا، ایک ایسی صورتِ حال ہے کہ دُنیا بھر میں تحریکِ اسلامی کے کارکنوں کو اُس کا اچھی طرح سے مطالعہ کرنا چاہیے۔

۷۲ء میں مولانا محمد یوسف صاحب امیر منتخب ہوئے۔ مگر ۱۹۸۱ء میں دوبارہ رفقائے جماعت نے مولانا کو امیر جماعت اسلامی (بھارت) چُنا اور وہ ۹ سال

اس منصب پر رہے۔

ابواللیث اصلاحی ندوی صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب کے مجموعی کام کے نتیجے میں نہ صرف اچھے معیار کے ارکان اور کارکن تیار ہوئے بلکہ وسیع لٹریچر، شعر و ادب کی تخلیق، اعلیٰ پایہ کے تحقیقی کام، مردانہ اور زنانہ درس گاہوں کا قیام، نصابی کتابوں کی تیاری، تبلیغی سرگرمیاں جن کا بہت بڑا ماحصل ہندوؤں کی ستائی ہوئی نیچ ذات کے ہندوؤں کا خاصی بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنا (خصوصاً جنوبی ہند میں) اور ان کے لیے تعلیم و تربیت کا انتظام، ــــ اور پھر بنیادی طور پر مخالف مزاج اکثریت کی حکومت کی زد سے بہ صد احتیاط اپنے حلقۂ اثر کو بچا کر نکالنا، اور اردو، انگریزی اخبارات کو بھی اپنے اصولی معیارات کی پابندی میں مسلسل جاری رکھنا، اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ کبھی کبھی ہم آزاد اور اکثریتی مملکت والے مسلمانوں کو شرم سی محسوس ہوتی ہے۔

اس دردناک نقصان پر ہم اپنا اظہار درد اور اظہار ہمدردی اولاً جناب مولانا سراج الحسن موجودہ امیر جماعتِ اسلامی بھارت و قیم جماعت محمد جعفر صاحب اور ثانیاً جملہ برادرانِ مرکز، تمام رفقائے تحریک اور ثالثاً مولانا کے اہل خانہ و اہلِ خاندان سے کرتے ہیں۔ خدا مرحوم پر مغفرت نازل کرے۔

---

(۳)

چوہدری محمد اسلم سلیمی صاحب کے لیے صدمہ

جماعت اسلامی پاکستان کے سیکرٹری جنرل محمد اسلم سلیمی کے داماد خالد محمود جو اُن کے بھانجے بھی ہیں اپنی والدہ اور بیوی بچوں کے ہمراہ ذاتی کار میں اپنے گاؤں برج کلاں ضلع قصور سے لاہور آ رہے تھے کہ اُن کی کار کو سامنے

سے آنے والی کار نے ٹکر ماری اور یہ حادثہ اتنا شدید تھا کہ کار پچک گئی اور کار میں سوار تمام افراد شدید زخمی ہو گئے۔ موقع پر موجود ایک نیک دل شہری جاوید محمود شیخ نے دیگر لوگوں کی مدد سے کار کی باڈی کو کاٹ کر زخمیوں کو باہر نکالا اور انہیں جنرل ہسپتال پہنچایا لیکن راستے ہی میں چوہدری اسلم سلیمی کی ہمشیرہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گئیں، جب کہ ان کی صاحبزادی راشدہ سلیمی ہسپتال پہنچ کر جان بحق ہو گئیں۔ تازہ اطلاع کے مطابق زخمی خالد محمود کی حالت اب خطرے سے باہر ہے جب کہ سات سالہ عمارہ خالد چار سالہ عمار خالد اور ایک سالہ حرا خالد شدید زخمی حالت میں جنرل ہسپتال میں داخل ہوئیں۔ اب یہ بچے منصورہ ہسپتال میں منتقل ہو گئے ہیں۔

اس المناک حادثے کی خبر سنتے ہی جماعت اسلامی پاکستان کے امیر سینیٹر قاضی حسین احمد، سابق امیر میاں طفیل محمد، نائب امیر چودھری رحمت الٰہی نائب سکرٹری حافظ محمد ادریس، صلاح الدین کاشمیری اور مرکز جماعت کے رہنما جنرل ہسپتال پہنچ گئے۔ جہاں انہوں نے چودھری اسلم سلیمی سے اس جانکاہ حادثہ پر تعزیت کی اور گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔

مرحومین کی نماز جنازہ ۲۰ر دسمبر کو بعد نماز ظہر برج کلاں نزد قلعہ گنڈا سنگھ ضلع قصور میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ محترم میاں طفیل محمد صاحب نے پڑھائی جس میں خرم مراد، چوہدری رحمت الٰہی نیز مرکز جماعت کے اور لاہور کے سینکڑوں رفقاء نے شرکت کی۔

اللہ تعالیٰ جدا ہونے والی دونوں خواتین کو رحمت و مغفرت سے نوازے اور زخمی خالد محمود اور ان کے زخمی بچوں کو صحت یاب کرے۔ آمین!

---

(۴)

مزید حادثات

چوہدری محمد اسلم سلیمی صاحب کے خاندان کے متذکرہ حادثہ سے ذرا ہی پہلے مولانا خلیل حامدی ڈائرکٹر دارالعروبہ کی سالی منصورہ گیٹ کے باہر بس کی زد میں آکر جاں بحق ہوگئیں۔ خدا مغفرت کرے۔ اس کے جلدی بعد مولانا عبدالمالک شیخ الحدیث (دارالعلوم) کی کم عمر بچی کو بھی سڑک پر ایک گاڑی کی ٹکر لگی، مگر خدا نے بچا لیا اور معمولی چوٹیں آئیں۔ ایک دو روز ہسپتال میں گذارے۔

مرضیاتِ الٰہی کے تحت یہ ساری آزمائشیں پیش آئیں۔ خدا تعالیٰ آئندہ کے لیے خیریت رکھے۔ آمین۔

(بقیہ دینی جدوجہد کا اصل محور)

دعوتِ اسلامی کی اصل بنیاد انکارِ شرک اور احقاقِ توحید ہی ہے۔ ان کی تمام جدوجہد میں اوّلین اہمیت اسی بات کی ہونی چاہیے، ورنہ دوسری صورت میں اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی علاقے میں غیر اللہ کے اسی طرح پکارے جانے اور ان ساری مشرکانہ اور جاہلانہ خرافات کے جاری رہنے کے باوجود وہاں اسلامی نظام آسکتا ہے اور آنے کے بعد قائم رہ سکتا ہے، تو ان کو معلوم ہو جانے کہ بڑی خام خیالی ہے اور تاریخ و دعوتِ انبیاء سے عدم آگاہی کی علامت ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ ان کے خاتمے کی تحریک ہی سے اقامتِ دین کے لیے راہ ہموار ہوگی —— اور ان شاء اللہ تحریکِ اسلامی کی فتح و نصرت کے بعد پہلی ضرب انہی شعائرِ جاہلیہ پر لگے گی۔